ریاست مدینہ کی تشکیل میں بیعتِ عَقَبہ کا کردار (تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

Role of Bait-e- Aqbah in Establishing the State of Madīnah

Dr. Riaz Ahmad Saeed
Lecturer, National University of Modern Languages, Islamabad
riazussaeed@gmail.com

Mrs. Fatima Jafri
Research Scholar, Al-Mustafa International University,
Islamabad Campus
fatimajafri@gmail.com

ABSTRACT

This paper aims to elaborate the historical role of Bait ‘Aqbah in establishing the Islamic State of Madīnah after migration of the Holy Prophet (PBUH). When the preaching of Islam in Makkah was difficult or impossible then the Prophet (PBUH) think to get a place where he can practice and spread Islam freely. This situation opened a new chapter of Islamic preaching. In the meanwhile, the 11th years of prophet-hood, some of the tribes of Madīnah came to Hajj. The Prophet (PBUH) presented the invitation of Islam to them. In the second year, 12 men of the Khazrij tribe accepted Islam invitation from the Holy Prophet (PBUH). The 13th year of the Prophet-hood, 72 people from these tribes accepted an agreement, which is called Bait ‘Aqbah Thānīyah in history of Islam. The most important points of this agreement were; Touhīd, loyalty with Islam and security of the Prophet (PBUH) at all in any case. After three years, most of the people of the Khazrij tribe accepted Islam and Islam came out of Mecca and entered the limits of Medina. In order to illustrate Islamic teachings, the Prophet (PBUH) sent his famous companion Mus’b bin Umair for D’awah. He succeeded in Madīnah by his unique efforts. In a few days, the leader of the tribe of ‘Aws, S’ad bin Mu'az also embraced Islam. In this way, a large number of people of Madīnah continued to increase in the number of Muslims and gradually Islam became the majority religion of Madīnah. This agreement is an important aspect of the history of Islam, as a result of which the spread of Islam was attained. This

allegiance resulted in a better future for Madīnah which ended political, religious and economic supremacy of Jews and polytheists. This commitment was originally intended to emigrate among the greatest events of history, which resulted to strengthening the Muslims in the first time in Arabia and Madīnah became the first Islamic State. This study reveals that Baite- ‘Aqbah Thānīyah played key role to establish Islamic state of Madīnah. The analytical and historical research methods were used in this study in qualitative paradigm.

Keywords: State of Madinah, Baite- ‘Aqba, historical role, creation of state, analytical study.

تمہید

اللہ تعالی نے اس دنیا کو بنانے اوراور اس ے ہر طرح کی ضروریات سے آباد کرنے کے بعد اپنے بندوں کی ہدایت ور ہنمائی کے لئے ہر زمانے میں انبیاء کرام مبعوث فرمائے اور اسی سلسلے کی آخری کڑی نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ ان انبیاء علیہم السلام نے کس طرح راہِ ہدائیت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی معرفت دی اور انہیں سچا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ یہ باتیں تمام الہامی کتابوں باالخصوص توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ انہوں نے اللہ کے پیغام ہدائت کو بڑی محنت اور جانفشانی سے اللہ کے بندوں تک پہنچایا۔ اس سلسلے میں انہیں بہت ساری مشکلات اور صعوبتوں سے گزرنا پڑا، مگر وہ مستقیم رہے اور راستے میں آنے والی ہر صعوبت کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور اپنے مشن کی حرمت پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ قرآن مجید نے ان کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

﴿الَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: "کیا تم نے اس شخص پر غور کیا جس کو اللہ نے سلطنت کیا دے دی تھی کہ وہ اپنے پروردگار کے بارے میں ابراہیم سے بحث کرنے لگا؟ جب ابراہیم نے کہا کہ: میرا پروردگار وہ ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی۔ تو وہ کہنے لگا کہ: میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا: اچھا! اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم ذرا اسے مغرب سے تو

نکال کر لاؤ۔ اس پر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔[1]

سرکارِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ وہ مہکتا ہوا گلدستہ ہے جو ہر خاص و عام کو اپنی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر پھول ہمت مرداں، عزم مصمم اور پختہ حوصلے کی داستان سناتا ہے۔ نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد نبی مکرم ﷺ 13 سال تک مکّہ معظّمہ میں گزارے اور اس دوران آپ ﷺ کو اہلِ مکّہ کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ ﷺ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے شب و روز کوشاں رہے۔ یہاں تک کہ مکّہ کی سرزمین شجرِ اسلام کے لئے مزید کارآمد نہ رہی تو آپ ﷺ نے اردگرد کے علاقوں میں بھی دعوتی کوششیں شروع کر دیں۔ اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے یوں بیان فرمایا۔

"مَا أَطْيَبَكِ من بَلَدٍ، وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ! وَلَوْلاَ أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ؛ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ"

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں حَزورَہ کے مقام پر (جو کہ مکہ مکرمہ میں حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کے باہر تھا اور بعد میں توسیع کے وقت مسجدِ حرام میں شامل ہو گیا) اونٹنی پر سوار یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! (اے شہر مکّہ) تُو اللہ تعالیٰ کی زمین میں سب سے بہترین جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ترین ہے، اگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں ہرگز یہاں سے نہ جاتا"۔[2]

نبی مکرم ﷺ کی مساعی سے جہاں دور دراز کے قبائل تک نبوت کی آواز پہنچی وہیں ہادی برحق کے پاکیزہ کردار اور اسلام کی سچی، پاکیزہ اور سادہ تعلیمات سے اہلِ مدینہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اس پر مزید یہ کہ جب رحمت اللعالمین ﷺ نے انہیں یہ مژدہ جانفزا سنایا ہے کہ:

" اَلْأَنْصَارُ لَا يُحِبهم إِلاَّ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضهم إِلاَّ مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبهم أَحَبه الله وَمَنْ أَبْغضهم أَبْغَضه الله "

ترجمہ: "حضرت عدی بن ثابت سے روایت ہے میں نے براء سے سنا وہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے تھے آپ انصار کے بارے میں فرماتے تھے "ان کے ساتھ مؤمن ہی محبت رکھتا ہے اور ان سے بغض منافق ہی رکھتا ہے اور جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس نے ان سے دشمنی کی اللہ اس سے دشمنی کرے گا"۔[3]

یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا جینا، میرا مرنا انصار تمہارے ساتھ ہو گا۔ مزید فرمایا کہ انصار مجھ سے ہیں اور میں انصار میں سے ہوں۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے نصار کو مخاطب کر کے فرمایا؛

"اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار ہی کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ رحم فرما انصار پر اور ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر۔ انصار مدینہ یہ سن کر اتنا روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم دل و جان سے اس سودے پر راضی ہیں، اب ہمیں کچھ نہیں چاہیے کیونکہ ہمیں لازوال دولت مل گئی"۔[4]

تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور انہوں نے دل و جان سے اسلام کو قبول کر لیا اور پھر اسلامی ریاست کے قیام کی نئی راہیں کھل گئیں۔ پہلی اسلامی ریاست کے قیام میں بیت عقبہ[5] سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے مقالہ ہٰذا میں بیعتِ عقبہ کی اہمیت اور اس کے نتائج و اثرات کو بیان کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کس طرح بیعتِ عقبہ نے ریاستِ مدینہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

بیعتِ عقبہ اُولیٰ کا پس منظر

رسول اللہ ﷺ حکمِ الٰہی سے دس سال تک مکّہ مکرمہ میں دعوتِ حق اور تبلیغِ اسلام کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے آپ ﷺ عُکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز کے دنوں میں اور حج کے موقع پر منیٰ کے اجتماعات میں ہر قبیلے کے پڑاؤ پر تشریف لے جاتے اور انہیں دعوتِ حق دیتے۔ تاکہ شائد کوئی خوش قسمت اسلام قبول کر لے اور راہِ حق میں میرا ساتھ دے۔

11 نبوی بمطابق 625 عیسوی کے زمانہ حج میں حضور ﷺ اپنے قاعدے کے مطابق عرب قبائل سے ملاقات کے لیے منیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔ جزیرہ عرب کے دور دراز علاقوں سے لوگ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مکّہ آئے ہوئے تھے۔ دینِ فطرت کے داعی اور مبلّغ، محسنِ انسانیت، محبوبِ خدا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حسَبِ دستور ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن سردمہری اور بے رخی کی جس روش پر وہ سالہا سال سے گامزن تھے اس سے تاحال ہٹنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ایک دن رحمت للعالمین

حضرت محمد ﷺ فرائضِ تبلیغ انجام دیتے ہوئے عقبہ کے مقام پر بنی اوس و خزرج[6] کے ایک گروہ سے ملے، اور انہیں دعوتِ اسلام دی۔ اس پورے واقعے کو معروف سیرت نگار قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"آپ ﷺ نے ان سب سے پوچھا مَن اَنتم؟ (تم لوگ کون ہو؟) انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبیلہ خزرج کے چند افراد ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم وہ لوگ ہو جن کی یہود سے دوستی ہے؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے انہیں دعوتِ اسلام دی اور انہیں قرآن مجید سنایا اور اللہ کی عظمت و جلال کو بیان فرمایا اور بتوں سے ان کو نفرت دلائی، نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا اور قرآن کریم کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا"۔[7]

ان لوگوں کی خوش قسمتی یہ تھی کہ ان کے شہر میں چند یہودی قبائل تھے وہ لوگ صاحبِ علم اور اہلِ کتاب تھے جب کہ یہ لوگ بت پرست تھے۔ جب ان کے اور یہودیوں کے درمیان جنگ کی نوبت آتی تو یہودی انہیں دھمکیاں دیتے اور کہتے کہ عنقریب ایک نبی تشریف لانے والا ہے ہم اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی پیروی کریں گے اور تمہیں تباہ و برباد کر دیں گے۔

"غرضیکہ یہود کی ان دھمکیوں کی وجہ سے یہ لوگ ایک نبی سے متعارف تھے جس کی آمد متوقع تھی۔ اس لئے سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو وہ آپس میں کہنے لگے۔ "بھائیو! جان لو کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کے ڈراوے یہودی تمہیں دیا کرتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے سبقت لے جائیں"۔[8]

چنانچہ ان سب نے حضور ﷺ کی دعوت دل و جان سے قبول کر لی اور سب مشرف باسلام ہو کر رحمت الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ پھر انہوں نے گزارش کی یارسول اللہ ﷺ ہماری قوم میں عداوت اور بغض کے شعلے صدیوں سے بڑھک رہے ہیں باہمی دشمنیوں نے ہمیں پارہ پارہ کر دیا ہے، ہم انہیں آپ ﷺ کا یہ پیغام پہنچائیں گے جس دین پر ہم ایمان لائے ہیں انہیں بھی ترغیب دیں گے کہ وہ بھی اسے قبول کر لیں اگر وہ متفقہ طور پر ایمان لے آئیں تو پھر ہمارے ہاں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی معزز و محترم نہ ہو گا۔ انہوں نے آئندہ سال پھر شرف بازیابی حاصل کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے قلوب و اذہان کو نور اسلام سے منور کر کے اپنے وطن یثرب[9] لوٹ گئے۔ وطن پہنچ کر انہوں نے

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی ملاقات کا حال اپنی قوم کو بتایا۔ اس نئے دین سے انہیں متعارف کروایا نیز انھیں بتایا کہ انہوں نے اس دین کو قبول کر لیا ہے اور اپنی قوم کے افراد کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

"اس مبارک مجلس (جسے بیعتِ عقبہ اُولیٰ [10] کہا جاتا ھے) میں ایمان لانے والے اصحابِ رسول ﷺ کے اسماء گرامی کو مفسرین، محدثین اور اہل سیَر نے معمولی اختلاف کے ساتھ پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ابنِ اسحاق فرماتے ہیں کہ اس روز ایمان لانے والوں کی تعداد چھ تھی اور سب بنی خزرج قبیلہ کے افراد تھے اور ابن سعد نے واقدی کا قول بھی یہی نقل کیا ہے کہ ان کی تعداد چھ تھی"۔[(11)]

ان چھ خوش نصیبوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

1. ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، ابو نعیم کہتے ہیں کہ قبیلہ خزرج میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت انہیں نصیب ہوئی۔ ان کا تعلق بنی نجار سے تھا۔
2. عوف بن حارث رضی اللہ عنہ، (ان کی والدہ کا نام عفراء تھا)
3. رافع بن مالک بن العجلان رضی اللہ عنہ، (ان کا تعلق بنی زریق سے تھا)
4. قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ، (یہ بنی سلمہ قبیلہ کے فرد تھے)
5. عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، (ان کا تعلق قبیلہ بنی حرام سے تھا)
6. جابر بن عبد اللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ، بنی عبید قبیلہ سے تھے)[(12)]

شعبی اور زہری وغیر ہمانے بھی ابن اسحاق سے اتفاق کیا ہے اور کہا اس رات ایمان لانے والوں کی تعداد چھ تھی اور تمام لوگ یثرب کے معروف قبیلہ بنو خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ جبکہ موسی بن عقبہ مشہور سیرت نگار کی تحقیق کے مطابق ان کی تعداد آٹھ ہے لیکن اہل علم کی اکثریت نے محمد بن اسحاق کے بیان کو قبول کیا ہے۔

اس پورے واقعے کو جو کہ تاریخ اسلام میں بیعتِ عقبہ کے نام سے معروف ہے مکمل ہونے میں تین سال لگے۔ اس بیعت کے دو حصے ہیں۔ ایک کو بیعتِ عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو بیعتِ عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ ان دونوں بیعتوں کو اہلِ سیر نے پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ابن شہاب زہری نے ابو ادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ الخولانی سے سن کر ذکر کیا کہ عبادۃ بن الصامت نے ان سے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عقبہ الاُولیٰ کی رات میں بیعت کی کہ: اللہ کے

ساتھ نہ کسی چیز کو شریک کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ جان بوجھ کر اپنے سامنے کسی پر جھوٹا الزام لگائیں گے اور نہ کسی اچھی بات میں آپ ﷺ کے حکم کے خلاف کریں گے۔ پھر اگر تم نے اس کی پوری تعمیل کی تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور دنیا میں ہی اس کی سزا میں گرفتار ہو گئے تو وہ سزا اس کے لئے کفّارہ ہو گی اور اگر قیامت کے دن تک وہ تمہارا ارتکاب گناہ پوشیدہ رکھ دیا گیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو بخش دے۔(13)

ابنِ سعد اور ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ عقبہ کے مقام پر اسلام قبول کرنے والے اوّلین اصحاب جب مدینے واپس پہنچے تو انہوں نے وہاں اسلام کا چرچا شروع کیا یہاں تک کہ وہاں کے محلوں میں سے کوئی محلہ ایسا باقی نہ رہا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہونے لگا ہو۔ پھر دوسرے سال حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ آدمی حضور ﷺ سے اسی مقام عقبہ پر ملے جہاں گزشتہ برس خزرج کے لوگوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان میں سے پانچ آدمی تو وہی تھے جو پچھلے سال مسلمان ہوئے تھے باقی سات آدمیوں میں سے 5 خزرج کے اور دو اَوس کے تھے۔(14)

بعثت کے بارہویں سال حاضر ہونے والے اصحاب کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

1. اسد بن زرارہ — یہ پچھلے سال بھی حاضر ہوئے تھے۔
2. عوف بن حارث — یہ بھی پہلے حاضر ہوئے تھے اور ان کے بھائی بھی۔
3. معاذ بن حارث — یہ عوف کے بھائی تھے، یہ دونوں اکٹھے حاضر ہوئے۔
4. رافع بن مالک
5. ذکوان بن عبد قیس
6. عبادہ بن صامت
7. یزید بن ثعلبہ
8. عباس بن ثعلبہ
9. عقبہ بن عامر
10. قطبہ بن عامر بن حدیدہ (یہ بنی سلمہ قبیلہ کے فرد تھے)
11. عویم بن ساعدہ — ان کا تعلق بنی اَوس سے تھا۔
12. ابو الہیثم بن التیہان — آپ قبیلہ بنی اوس سے تعلق رکھتے تھے۔(15)

مذکورہ بالا تمام حضرات نے حضور ﷺ کے دستِ ہدایت بخش پر بیعت کی۔ اس بیعت کو سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں بیعۃ العقبۃ الاُولیٰ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لیکن کچھ اہل علم نے اس معروف مؤقف سے اختلاف کرتے ہوئے اس کو بیعت عقبہ ثانیہ[16] کا نام دیا ہے۔ مثال کے طور پر امام یوسف بن محمد الصالحی نے اس بیعت کو بیعۃ العقبۃ الثانیۃ کہا ہے اور گذشتہ برس چھ آدمیوں نے جو بیعت کی تھی اس کو امام موصوف نے بیعۃ العقبۃ الاُولیٰ کہا ہے اور آئندہ سال ہونے والی بیعت کو بیعۃ العقبۃ الثانیۃ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ عیون الاَثر میں ابنِ سید الناس نے اسی قول کو اپنایا ہے۔(17)

یہ بیعت چند اصول وضوابط اور شرائط کے ساتھ مکمل ہوئی تھی جس سے اس کی تاریخی اہمیت اور دوررس نتائج میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ بیعت عقبہ اولیٰ کی اہم ترین شرائط مندرجہ ذیل تھیں۔

1. خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔
2. چوری اور زناکاری نہیں کریں گے۔
3. اپنی اولاد لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔
4. کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کریں گے۔
5. نبی ﷺ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کریں گے۔[18]

جن امور کو بجالانے کا مذکورہ بالا معاہدہ کیا گیا ہے یہ بعینہٖ وہی امور ہیں جن کی بجا آوری کا وعدہ ان خواتین سے لیا جاتا تھا جو اسلام کو قبول کرتی تھیں۔ اس لیے یہ بیعت، بیعت النساء کے نام سے مشہور ہوئی۔ کیونکہ اس بیعت کی شرائط اس بیعت کے الفاظ سے بہت مشابہ ہیں جو اس واقعہ کے کئی سال بعد قرآن مجید کی سورہ الممتحنہ آیت نمبر 12 مسلمان عورتوں سے بیعت لینے کے لئے تجویز کیے گئے۔[19]

اس بیعت کو عورتوں کی بیعت بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسے عورتوں کی بیعت اس لیے بھی کہا گیا کہ اس میں جہاد کرنے کا وعدہ نہیں لیا گیا کیوں کہ ابھی تک جہاد کا اذن بارگاہِ الٰہی سے نہیں ملا تھا۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تقرر بحیثیت سفیر

جب بیعت پوری ہو گئی اور حج ختم ہو گیا تو نبی ﷺ نے ان اصحاب کے ہمراہ یثرب میں اپنا پہلا سفیر بنا کر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اسلامی احکام کی تعلیم دیں۔ قرآن پاک سکھائیں اور ان کے اندر دین کی سمجھ پیدا کریں اور لوگوں کو شرک کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کے نور سے منور کریں۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر ستی پوشاک کبھی نہ پہننے تھے مگر جب ان کا دل نورِ ایمان سے منور ہوا تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انہوں نے خیر باد کہہ دیا جن دنوں یہ مدینہ میں دینِ حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے ان دنوں ان کے کندھے پر صرف ایک کمبل کا چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکالیا کرتے تھے۔[20]

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینے پہنچے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے اور مدینہ میں جوش و خروش سے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اہل یثرب آپ رضی اللہ عنہ کو المقری یعنی پڑھانے والا اور استاد کہا کرتے تھے۔ غرض یہ کہ بیعتِ عقبہ کے بعد واپس جا کر ان اصحاب نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قیادت میں بڑی تیزی کے ساتھ اسلام پھیلانا شروع کر دیا۔

> "ابنِ سعد نے واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بنی عبد الاَشہل میں سے عباد بن بشر بن وقش اور ان کے حلفاء میں سے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد بنی عبد الاشہل کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ایک ہی دن میں ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان کے اسلام قبول کرتے ہی ان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا حتی کہ بنی عبد الاشہل کے محلے میں ایک بھی غیر مسلم نہ رہا"۔[21]

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہی کے گھر مقیم رہ کر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھرانہ باقی نہ بچا جس میں چار عورتیں اور مرد مسلمان نہ ہو چکے ہوں۔ اگلے موسم حج یعنی تیرھویں سال نبوت کا موسم حج آنے سے پہلے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کامیابی کی بشارتیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں مکہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کو قبائل یثرب کے حالات، ان کی جنگی اور دفاعی صلاحیتوں اور خیر کی لیاقتوں کی تفصیلات سنائیں۔[22]

تبلیغی میدان میں ان شاندار کامیابیوں کو سن کر حضور ﷺ کو بہت مسرّت ہوئی کیونکہ اس دعوتی مساعی اور تبلیغی کامیابی نے مدینہ میں دینِ اسلام کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا اور اس سے دور رس اور تاریخی اثرات و نتائج مرتب ہوئے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ

نبوت کے تیرھویں سال موسم حج بمطابق جون 622 عیسوی میں یثرب کے ستر سے زیادہ مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکّہ گئے اور رسول اللہ ﷺ سے مقام عقبہ پر ایام تشریق کے درمیانی دن یعنی 12 ذوالحجہ کو ملنے کی قرارداد کرلی اور یہ اجتماع رات کی تاریکی میں بالکل خفیہ طریقے پر ہوا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق مسلمانوں کی تعداد 75 تھی۔ جن میں تہتّر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ جن میں سے اُمّ عمّارہ نسیبہ بنتِ کعب تھیں۔ جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور دوسری اُمّ منیع رضی اللہ عنہا اسماء بنتِ عمرو تھیں جن کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔(23)

اس بیعت کو سیرت نگار بیعت حرب وضرب کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ اس بیعت کی ایک اہم ترین شرط رسول اللہ کی حفاظت کے لیے آخری حد تک جانا تھا۔ معروف سیرت نگار امام ابنِ ہشام نے اس بات کو اپنی کتاب سیرت ابنِ ہشام میں یوں بیان کیا ہے؛

> "اہل یثرب نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ رسول جس سے جنگ کریں گے وہ بھی اس سے جنگ کریں گے اور رسول جس سے صلح کریں گے وہ بھی اس سے صلح کریں گے اسی مناسبت سے اس بیعت کو بیعت الحرب کہتے ہیں۔ بعض انصار نے تو پہلی رات ہی اپنی طرف سے جنگ پر آمادہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ عبّاس بن عبادہ نے بیعت کے بعد کہا کہ اگر آپ ابھی منیٰ کے اندر حج میں مشغول کفار پر حملے کا حکم دیں تو میں حملہ کروں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور فرمایا: "تم اپنے قبیلوں اور رشتے داروں میں واپس لوٹ جاؤ"۔[24]

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اپنے چچا حضرت عبّاس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن وہ اپنے بھتیجے کے بارے میں پختہ اطمینان کرلینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوری صراحت کے ساتھ اس ذمہ داری کی نزاکت واضح کردی جو اس عہد وپیمان کے نتیجے میں ان حضرات کے سر پڑنے والی تھی۔

> "حضرت کعب کہتے ہیں کہ ہم نے عبّاس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نے آپ کی بات سن لی۔ اب اے اللہ کے رسول آپ ﷺ گفتگو فرمایئے اور اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو عہد وپیمان پسند کریں، لیجیئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ نے پہلے قرآن

پاک کی تلاوت فرمائی۔ اللہ کی طرف دعوت دی اور اسلام کی ترغیب دی۔ اس کے بعد بیعت ہوئی"۔[25]

انصار نے عرض کی:

"ویارسول الله علام نبایعك"

"یارسول اللہ ہم کس چیز پر آپ کی بیعت کریں؟"

"قال بايعوني على السمع و الطاعة في النشاط والكسل وعلى النفقة في العسر واليسر وعلى الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر على أن تقولوا في الله لا تأخذكم لومة لائم وعلى أن تنصروني إذا قدمت عليكم يثرب تمنعوني مما تمنعون منه أنفسكم وأزواجكم وأبناؤكم ولكم الجنة" [26]

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ان باتوں پر میری بیعت کرو کہ:

1. میری بات سنو گے اور اس کو بجالاؤ گے خوش دلی کی حالت میں بھی اور درماندگی اور افسردگی کی حالت میں بھی۔
2. تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تنگ دستی کی حالت میں بھی اور فارغ البالی کی حالت میں بھی۔
3. تم نیکی کا حکم دو گے اور برے کاموں سے روکو گے۔
4. اللہ تعالی کے لئے گفتگو کرو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے۔
5. نیز اس بات پر کہ جب میں تمہارے پاس یثرب آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور ہر اس چیز سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کا دفاع کرتے ہو۔
6. اگر تم اس بیعت کو نبھاؤ گے تو اللہ تعالی تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔

چنانچہ سب نے ایک ایک کر کے سرکارِ دو عالم ﷺ کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس بیعت کا منظر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"يأخذ علينا شرطه ويعطينا على ذلك الجنة"

"حضور ﷺ ہم سے اپنی شرائط کے مطابق بیعت لیتے جاتے تھے اور ہمیں جنت عطا فرماتے جاتے تھے۔"[27]

ابنِ اسحاق نے ان تمام خوش نصیب لوگوں کے نام تحریر کیے ہیں جنہوں نے اس تاریخی بیعت میں شرکت کی۔ علامہ ابنِ کثیرؒ نے بھی ان سعادت مندوں کے نام ذکر کیے ہیں، نیز لکھا ہے کہ ان میں گیارہ آدمی قبیلہ اوس اور باسٹھ آدمی قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔[28]

ان حضرات نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ اے خدا کے رسول ﷺ یہ تو ہماری تسلی فرمادیجیے کہ حضور ہم کو کبھی چھوڑ نہ دیں گے۔ نبی رحمت ﷺ نے انصار کے لوگوں کو یوں مخاطب کرکے فرمایا: اس بات کو عظیم سیرت نگار ابن ہشام نے بڑے خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے؛

> "انصار نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکّہ چلے جائیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور یقین کرو میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے"۔[29]

اس جادوئی جملے کا سننا تھا کہ: **"اے انصار! یقین کرو میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے"**، عاشقانِ صدق ووفا کیش نے عجیب سرور و نشاط کے ساتھ جانثاری کی بیعت کرنے لگے۔ غور کریں، انصار مدینہ کو خوش کرنے کے لیے مال وزر بھی دیا جاسکتا تھا اور وہ اسی کے متمنی تھے کیونکہ وہ اسکے حقدار تھے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایسی بے نظیر، لاثانی اور روحانی و نورانی ذات تھی کہ آپ نے انہیں "رسول اللہ" ہی عنایت فرمادیا، انصار مدینہ کے تو نصیب ہی چمک اٹھے، انکے نصیبہ ور ہونے میں کیا کوئی کلام بھی ہو سکتا ہے، سچ ہے ہر چیز میں خیر کا پہلو بھی ہوتا ہے، انصار کی یہ ناراضگی و کبیدگی کتنی سودمند ثابت ہوئی، کوئی انصار سے ہی پوچھے، اور یہاں حضور ﷺ کا اپنے آپکو محمد نہ کہنا بلکہ رسول اللہ کہنا ایک ایسی لطیف تعبیر ہے جسے اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا بارہ نقیبوں کو منتخب فرمانا

بیعت مکمل ہو چکی تو آپ ﷺ نے یہ تجویز رکھی کہ آپ لوگ اپنے اندر سے بارہ نقیب پیش کیجیے تاکہ وہی لوگ اپنی اپنی قوم کے معاملات کے ذمہ دار ہوں۔ اس تجویز پر فوراً عمل کیا گیا اور اسی وقت نقیبوں کا انتخاب عمل میں آگیا۔ نو نقیب خزرج سے منتخب کیے گئے جب کہ تین کا انتخاب اَوس سے ہوا۔ ان بارہ نقیبوں کے نام درج ذیل ہیں:

قبیلہ بنی خزرج کے نقباء

1. اسعد بن زرارہ بن عدس رضی اللہ عنہ
2. سعد بن ربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ

3. عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

4. رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ

5. براء بن معرور صخر رضی اللہ عنہ

6. عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ

7. عبادہ بن صامت بن قیس رضی اللہ عنہ

8. سعد بن عبادہ بن دلیم رضی اللہ عنہ

9. منذر بن عمرو بن خنیس رضی اللہ عنہ

قبیلہ بنی اَوس کے نقباء

1. اسید بن حضیر بن سماک رضی اللہ عنہ

2. سعد بن خیثمہ بن حارث رضی اللہ عنہ

3. رفاعہ بن عبد المنذر بن زبیر رضی اللہ عنہ

جب ان نقباء کا انتخاب ہو چکا تو ان سے سردار اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ نے ایک اور عہد لیا جس کے بارے میں ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منتخب سرداروں سے فرمایا:

"أنتم على قومكم بما فيهم كفلاء ككفالة الحواريين لعيسى ابن مريم وأنا كفيل على قومي"

"تمہاری قوم میں جو کچھ (بھی حادثہ) ہو اس کے متعلق تم اپنی قوم کے ذمہ دار ہوں گے۔ جس طرح عیسی بن مریم کے پاس حواریین ذمہ دار تھے اور میں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں گا" انہوں نے کہا" بہت خوب"۔[30]

اس عہد و پیمان کے بعد معاہدہ مکمل ہو گیا۔ یہی عقبہ کی دوسری بیعت ہے۔ جسے بیعتِ عقبہ ثانیہ یا بیعتِ کُبریٰ کہا جاتا ہے۔ اس تاریخی واقعہ کے بارے میں، جس نے آگے چل کر تاریخ کا دھارا بدل دیا، کے بارے میں معروف محقق اور صاحب طرزِ سیرت نگار مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں۔

"یہ بیعت ایک ایسی فضا میں زیرِ عمل آئی جس پر محبت و وفاداری، منتشر اہلِ ایمان کے درمیان تعاون و تناصر، باہمی اعتماد، اور جاں سپاری و شجاعت کے جذبات چھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ

کی حمایت کا جوش تھا اوران پر ظلم کرنے والوں کے خلاف غم وغصہ تھا۔ ان کے سینے اپنے اس
بھائی کی محبت سے سرشار تھے جسے دیکھے بغیر محض للہ فی اللہ اپنا بھائی قرار دے لیا تھا"۔[31]

بیعتِ عقبہ کی تاریخی اہمیت اور قیام ریاست کے حوالے سے اس کے نتائج واثرات:

بیعتِ عقبہ کے نتیجے میں اسلام اور اہلِ اسلام کی بے بسی کا تاریک دور اختتام پذیر ہو گیا۔ اب ایک ایسی روشن صبح طلوع ہو رہی تھی جس نے نہ صرف ان خوش نصیبوں کے مقدر کو تابناک کر دیا بلکہ ان کو ابدی عظمتوں اور لازوال رفعتوں کی طرف محوِ پرواز کر دیا جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انصار نے اس وعدے کو پورا کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اسلام کے پرچم کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ بیعت عقبہ کرنے کے بعد انصار جب واپس یثرب گئے تو اب انہوں نے ساری مصلحتوں اور ان کے نقّادوں کو پسِ پشت ڈال دیا اور خوب کھل کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ نوجوان طبقہ کی اکثریت نے تو اسلام قبول کر لیا۔ ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ بیعت دراصل حمایتِ دین اور نصرتِ
رسول اللہ ﷺ کے لئے ہر طرح کی قربانیوں کے عہد وپیمان کے ضمن میں شمعِ رسالت پناہی کے مدنی پروانوں کا جاں نثارانہ اظہار تھا اور اسکے عوض نوید جنت سے مالامال ہوئے۔

اہلِ یثرب نے جب کھلے دل سے دعوتِ حق پر لبّیک کہا تو سرورِ دوعالم ﷺ کو امید کی ایک نئی کرن نظر آئی۔ بیعتِ عقبہ نے اس امید کو مستحکم کر دیا۔ مدینہ کے مسلمان تعداد اور قوت کے لحاظ سے روز روز بڑھ رہے تھے۔ اور پھر یہود کی طرف سے اس طرح کی سنگین مخالفت کا انہیں سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا جیسے ان کے مکّی ساتھیوں کو قریش کی طرف سے درپیش تھا۔ اہل یثرب بھی مکہ والے رفقاء کے لئے بالعموم کڑھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ قریش کے مظالم سے نجات پا کر دین کے تقاضے پورے کریں۔ دوسری بیعت عقبہ مکمل ہونے پر اسلام، جہالت کے لق ودق صحرا میں اپنے ایک وطن کی بنیاد میں کامیاب ہو گیا۔ اور یہ سب سے بڑی کامیابی تھی جو اسلام نے اپنی دعوت کے آغاز سے اب تک حاصل کی تھی۔ لہذا مدینہ کی سرزمین کو اسلام کے لئے زرخیز پایا۔ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے ظلم وستم سے عاجز آئے ہوئے مسلمانوں کو اس نئے وطن کی طرف ہجرت کی اجازت عنایت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار، باپ بھائی، زن فرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جا کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کر سکیں گے۔

"یہ جذبات واحساسات محض کسی عارضی کشش کا نتیجہ نہ تھے۔ جو دن گزرنے کے ساتھ ساتھ
ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ اسکا منبع ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالکتاب تھا۔ یعنی وہ ایمان

جو ظلم وعدوان کی کسی بڑی سے بڑی قوت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا۔ وہ ایمان کہ جب اس کی بادِ بہاری چلتی ہے تو عقیدہ و عمل میں عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی ایمان کی بدولت مسلمانوں نے صفحاتِ زمانہ پر ایسے ایسے کارنامے ثبت کیے اور ایسے ایسے آثار ونشانات چھوڑے کہ ان کی نظیر سے ماضی وحاضر خالی ہیں اور غالباً مستقبل بھی خالی ہی رہے گا"۔[32]

اسلام کی تاریخ میں یہ انقلابی موقع تھا جو خدا نے اپنی خاص عنایت سے فراہم کیا اور نبی کریم ﷺ نے اسے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔ بیعتِ عقبہ کے بعد انصار نے آپ ﷺ کو یثرب تشریف آنے کی دعوت دی۔ جو کہ آپ نے خندہ پیشانی سے قبول فرمائی۔ یہاں پر معروف اسلامی سکالر اور سیاستدان مولانا مودودیؒ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے؛

"اہلِ یثرب نے آپ ﷺ کو محض ایک پناہ گزیں کی حیثیت سے نہیں بلکہ اللہ کے نائب اور اپنے امام اور فرمانروا کی حیثیت سے بلا رہے تھے اور مقصود یہ تھا کہ عرب کے مختلف قبائل اور خطوں میں جو مسلمان منتشر ہیں وہ یثرب میں جمع ہو کر اور یثربی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک منظّم اسلامی معاشرہ بنالیں۔ اس طرح یثرب نے دراصل اپنے آپ کو مدینۃ الاسلام کی حیثیت سے پیش کیا اور نبی ﷺ نے اسے قبول کر کے عرب میں پہلا دارالاِسلام بنالیا"۔[33]

اسی طرح ایک اور اہم اسلامی سکالر اور اسلامی سیاسی امور سے شناسائی رکھنے والی شخصیت نے اس بیعت پر کیا خوب تجزیہ کیا ہے۔ اسلامی سیاست میں مولانا گوہر رحمٰن بیان کرتے ہیں؛

"بیعتِ عقبہ کے بعد مسلمانوں نے ہجرت کی اور تقریباً اڑھائی ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے بھی ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کو اسلام کا مرکز بنادیا۔ ۱۲ نقیبوں کا تقرر اور بیعتوں میں اطاعت کے ساتھ نصرت اور جہاد کا وعدہ لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ بیعتِ عقبہ اصل میں اسلامی ریاست کی تمہید تھی اور دعوت کے ساتھ ایک سیاسی حکمت عملی بھی تھی جس کے نتیجے میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی"۔[34]

لہٰذا یہ بات بغیر کسی لگی لپٹی کے کہی جاسکتی ہے کہ بیعتِ عقبہ ہی وہ پہلا نقطہ اور اوّلین بنیاد تھی جس سے ریاستِ مدینہ کا آغاز و ارتقاء ہوا۔ اہلِ علم کی ایک بڑی تعداد بیعتِ عقبہ کو ریاست مدینہ کا سنگِ میل شمار کرتی ہے۔ درحقیقت یہی وہ معاہدہ تھا جس نے تاریخِ انسانی کا دھارا بدل کر رکھ دیا اور دنیا نے اسلام کا وہ نظامِ حکومت دیکھا

جس نے انسانی فلاح و بہبود، عدل و انصاف، مساوات، اور انسانی حقوق و تکریم کا وہ معیار قائم کیا جس کو انسانیت آج کے نام نہاد مہذب دور میں بھی قائم نہیں کر سکی۔

نتائج البحث

یہ تحقیق اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ دراصل بیعتِ عقبہ مدینۃ الرسول ﷺ میں قائم ہونے والی پہلی فلاحی اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی بدولت مکّہ مکرّمہ کے مظلوم و مقہور مسلمانوں کو کفار کے ظلم و ستم سے بالآخر نجات مل گئی اور اسلام کی اشاعت و ترقی کے لئے راہیں کھل گئیں۔ مسلمانوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے آزاد فضا اور سازگار ماحول میسر آگیا۔

اس تحقیق سے یہ بھی پتہ بھی چلا کہ دراصل بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد مکّہ میں مقیم مسلمانوں نے مدینہ کی طرف اجتماعی ہجرت کی اور اس ہجرت کے تقریباً کچھ ماہ بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے رفیقِ خاص حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت فرمائی اور یثرب کو مدینہ منوّرہ قرار دے کر اسے اسلام کا اوّلین مرکز ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ راسول اللہ ﷺ کا مختلف مواقع پر نقیبوں کا تقرر اور تمام بیعتوں میں دینی اطاعت کے ساتھ امداد، نصرت اور جہاد کا وعدہ لینا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ بیعتِ عقبہ اصل میں اسلامی ریاست کی تشکیل میں بنیادی ستون کا درجہ رکھتی ہے اور اس اہم ترین واقعہ میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے ایک زبردست جہادی اور سیاسی حکمتِ عملی بھی کار فرما تھی جس کے نتیجے میں پہلی اسلامی ریاست، جسے تاریخ اسلام میں ریاستِ مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کی بنیاد پڑی۔

سفارشات و تجاویز

اس تحقیقی مقالہ کے توسّط سے چند اہم سفارشات اور تجاویز درج ذیل ہیں۔

1. ہمیں سیرت رسول ﷺ کو اعلیٰ تعلیمی اداروں میں فقہ السّیرہ الواقعی اور فقہ السیرۃ العملی کے نقطہ نظر سے پڑھنی اور پڑھانی چاہیے۔ تاکہ ہمارے مسائل کا سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں حل نکل سکے۔
2. سیرت النبی ﷺ پر ایسے سیمینارز اور کانفرنسز منعقد کروانے کی ضرورت ہے جس سے سیرہ اور فقہ السیرۃ کا علمی و عملی ہر دو پہلو سامنے آئیں۔

3. سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ایسے موضوعات پر تحقیق کروائی جائے جو ہمارے روز مرّہ اور زندہ مسائل کو حل کرنے میں مدد اور رہنمائی کا ساماں پیدا کرے۔
4. سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ایسے لٹریچر کی ضرورت ہے جس میں بچوں کی دلچسپی کھل کر سامنے آئے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کا سامان بھی ہو سکے۔
5. سیرت النبی ﷺ پر مطالعہ اور تحقیق کے لئے میڈیا پر پروگرام اور مقابلہ جات منعقد کروائے جائیں۔
6. ہمارے قومی نمائندوں اور ریاست کے اعلیٰ ترین نمائندوں کو سیرت النبی ﷺ کے کورس کروائے جائیں۔ تاکہ وہ ریاستِ مدینہ کی حقیقت سے روشناس ہو سکیں۔
7. سیرت فہمی اور سیرت پر کورس کرنے اور کروانے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے حفظِ قرآن کی طرز پر اعزازی نمبر جاری کرنے چاہئیں۔

مصادر و مراجع

---

[1] سورہ البقرہ ۲:۲۵۸

[2] الترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، دار السلام، لاہور، ۲۰۰۸، رقم الحدیث: 3926

[3] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، دار السلام، لاہور، ط ۱۴۳۵، رقم الحدیث: ۲۳۷

[4] ابنِ قیم الجوزیۃ، حمد بن أبی بکر بن أیوب، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۸:۴۱۴/۳

[5] بیعتِ عقبہ: عقبہ پہاڑ کی گھاٹی یعنی تنگ پہاڑی گزر گاہ کو کہتے ہیں۔ مکّہ سے منیٰ آتے جاتے ہوئے منیٰ کے مغربی کنارے پر ایک تنگ راستے سے گزرنا پڑتا ہے یہی گزر گاہ عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو جس ایک جمرہ کو کنکری ماری جاتی ہے وہ اسی گزر گاہ کے سرے پر واقع ہے۔ اس لئے اسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں۔ اس جمرہ کا دوسرا نام جمرہ کبریٰ بھی ہے۔ باقی دو جمرے اس سے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر واقع ہیں۔ چونکہ منیٰ کا میدان، جہاں حجاج قیام کرتے ہیں، ان تینوں جمرات کے مشرق میں ہیں اس لئے ساری چہل پہل ادھر ہی رہتی ہے اور کنکریاں مارنے کے بعد اس طرف لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لینے کے لئے اس گھاٹی کا انتخاب کیا اور اسی مناسبت سے اس کو بیعتِ عقبہ کہتے ہیں۔

[6] بنی أوس و خزرج: یمنی أعراب کے دو اہم قبیلے تھے جو ظہورِ اسلام سے قبل شہر یثرب (مدینہ) میں ساکن تھے اور ہجرت کے بعد انہیں انصار کے نام سے پکارا گیا۔ پیغمبرِ اکرمؐ کی مدینہ ہجرت اور آپ کی زندگی میں لڑی گئی۔ مختلف جنگوں میں ان دو قبیلوں کا اہم کردار رہا ہے۔ أوس و خزرج کا نسب یمن کے قبیلہ ازد تک پہنچتا ہے اور ہجرت کے ابتدائی صدیوں کے مورخین نے ان دو قبیلوں کے نسب کو بنو مازن بن ازد تک منتسب کئے ہیں۔ أوس و خزرج حارثہ بن ثعلبہ کے دو بیٹوں کا نام تھا، بعد میں ان دو قبیلوں کو بھی اسی نام سے یاد کئے جانے لگا۔ أوس اصل میں "أوس مناہ "کا مخفف ہے جو زمانہ جاہلیت کے ایک مشہور بت کے ساتھ نسبت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خزرج

لغت میں تیز ہوا یا نسیم جنوب کے معنی میں ہے۔ اَوس و خزرج یثرب میں اس وقت سے قیام پذیر تھے جس وقت قوم ازد جزیرہ نمائے عرب کے مختلف مناطق اور آس پاس کے علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ مشہور قول کے مطابق یمن کے ازدیوں میں سے ایک گروہ نے سیلاب کی وجہ سے "مأرب" نامی ڈیم کے متاثر ہونے کے بعد یثرب کی طرف ہجرت کی لیکن اس مہاجرت کے اصلی اسباب کیا تھے اور یہ مہاجرت کب واقع ہوئی؟ اس حوالے سے معاصر محققین میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔

[7] قاضی محمد سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، 1/83

[8] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرتِ سرورِ عالم ﷺ، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1979، 2/693

[9] یثرب: یثرب مدینہ کا پرانا نام تھا۔ جب حضرت محمد ﷺ نے مکہ سے یثرب ہجرت کی تو اس کا نام مدینۃ النبی ﷺ پڑ گیا جو اب اختصاراً مدینہ کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے سو سے زیادہ نام ہیں۔ ہجرت سے پہلے لوگ اسے یثرب کہتے تھے یا تو اس لیے کہ یہاں قومِ عمالقہ کا جو پہلا آدمی آیا اس کا نام یثرب تھا یا یہ لفظ ثرب سے مشتق ہے بمعنی سرزنش، سزا مصیبت و بلا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" اب اسے یثرب کہنا منع ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے، بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ جو ایک بار اسے یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اسے مدینہ کہے۔

[10] بیعتِ عقبہ اُولیٰ: مکّہ اور طائف کے مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو دل برداشتہ کر دیا تو اللہ نے تبلیغ اسلام کا ایک نیا باب کھول دیا۔ یثرب سے ہر سال لوگ حج کرنے مکّہ آیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ وہ یہودیوں سے ایک نئے نبی کے آنے کی پیشن گوئیاں سنتے رہتے تھے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی رسول ہیں۔ قبیلہ خزرج کے چھ آدمی مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے واپس جا کر اسلام کا پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔ اگلے سال حج کے موقعے پر یثرب کے بارہ آدمیوں نے حضور کے ہاتھ پر منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر بیعت کی۔ یہ 12 نبوی کا واقعہ ہے۔ بیعت اس جگہ لی گئی جہاں اب مسجد عقبہ ہے۔؛ اسے بیعتِ عقبہ اُولیٰ کہتے ہیں۔

[11] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرتِ سرورِ عالم، 2/694

[12] پیر محمد کرم شاہ الأزہری، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور، 1994، 2/582

[13] محمد عبد الملک ابن ہشام، سیرتِ ابنِ ہشام، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور، ص 2/51

[14] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرورِ عالم، 2/695

[15] پیر محمد کرم شاہ الأزہری، ضیاء النبی ﷺ، 2/584

[16] بیعتِ عقبہ ثانیہ: 13 نبوی میں حج کے موقعے پر مدینہ منورہ (اوس و خزرج) کے 72 آدمیوں نے منیٰ کی اسی گھاٹی عقبہ کے مقام پر اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسے بیعتِ عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ مدینے کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دے کر کہا کہ آپ اور آپکے رفقاء مدینہ تشریف لے چلیں۔ وہاں اسلام کی تبلیغ کے لیے زیادہ کام ہو سکے گا۔ اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ ﷺ اور اسلام کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ تاریخ اسلام میں اسے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

[17] پیر محمد کرم شاہ الأزہری، ضیاء النبی ﷺ، ایضاً، 2/586

[18] قاضی محمد سلمان منصورپوری، رحمۃ للعالمین، 1/84

[19] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرورِ عالم، 2/694

[20] قاضی محمد سلمان منصورپوری، رحمۃ للعالمین، 1/84

[21] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرورِ عالم، 2/697

[22] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، 1995، ص259

[23] محمد عبد الملک ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2/58

[24] ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، 2/58

[25] پیر محمد کرم شاہ الأزہری، ضیاء النبی ﷺ /، 2/594

[26] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، 212

[27] البیہقی، احمد ابن حسین، سنن الکبری للبیہقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۳، رقم الحدیث: ۱۷۷۳۵

[28] پیر محمد کرم شاہ الأزہری، ضیاء النبی، 2/598

[29] محمد عبد الملک ابن ہشام، سیرت ابنِ ہشام، 2/59

[30] ابن ہشام، سیرت ابنِ ہشام، 2/63

[31] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، 218

[32] مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص219

[33] سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرورِ عالم، 2/754

[34] مولانا گوہر رحمٰن، اسلامی سیاست، مکتبہ تفہیم القرآن، مردان، 2010، ص185